Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems
https://doi.org/10.5281/zenodo.18058967

The Qur'an as Fully Categorical Revelation: An Analytical Study of Principled Opinions

قرآنِ مجید بحیثیت محکم کلی، اصولی مواقف کا تجزیاتی مطالعہ

Mr. Hafiz Muhammad Sarmad Siddiqi
Ph.D Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore
sarmadsiddiqui396@gmail.com
Prof. Dr. Asim Naeem
Director, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

ABSTRACT

This study presents an analytical review of the lexical and terminological meanings of the term Muhkam, clarifying that the concept of the Qurʾān being entirely Muhkam is not related to the terminological division of Muhkam and Mutashābih, but is rather meaning-based. According to the juristic opinion of Ibn ʿArabī, there are two levels of Muhkamāt and Mutashābihāt in the Qurʾān: general Iḥkām and Tashābuh, and specific Iḥkām and Tashābuh. In terms of general Iḥkām, the entire Qurʾān is Muhkam, whereas according to specific Iḥkām, some verses are Muhkam and some are Mutashābih, which relate to different degrees of comprehension, implication, and interpretation. Within this intellectual context, the opinions of Imam Zamakhsharī, Imam Fakhr al-Dīn al-Rāzī, Imam al-Qurṭubī, and experts in Qurʾānic sciences such as Imam al-Zarkashī, Imam Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, and Ibn ʿAqīlah are collectively discussed. This study will aid in the understanding of the Qurʾān by clarifying the distinction inherent in the meaning of Muhkam within discussions on Qurʾānic terminology and the principles of exegesis.

***Keywords**: Muhkam, Muhkam and Mutashābih, Entirely Categorical Revelation, Ibn ʿArabī, Principles of Tafsir, General and Specific Iḥkām.*

قرآنِ مجید کے کلی محکم ہونے کا تصور اگرچہ اہلِ علم کے نزدیک ایک مسلم اور متفق علیہ حقیقت ہے، تاہم اس کی تعبیر و تشریح میں لغوی اور اصطلاحی معانی کے باہمی امتزاج نے متعدد علمی سوالات کو جنم دیا ہے۔ بالخصوص یہ مسئلہ کہ آیا قرآن کی کلی محکمیت کو محکم و متشابہ کی اصطلاحی تقسیم پر محمول کیا جائے یا اسے لفظ محکم کے لغوی مفہوم، یعنی اتقان، استحکام اور عدمِ تناقض کے تناظر میں سمجھا جائے، تفسیری مباحث میں ایک بنیادی علمی اشکال کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان علمی سوالات کے حل کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے لفظ محکم کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم کا جائزہ لیا جائے تاکہ بعد ازاں قرآن مجید کے کلی محکم ہونے کی حیثیت کو ائمہ تفسیر اور ماہرین علوم قرآن کی آراء کی روشنی میں سمجھا جاسکے۔

محکم کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغت عرب میں محکم درج ذیل معانی میں مستعمل ہے:

1- المنع والرد
2- الاحراز
3- القضاء
4- الوثوق
5- القدر والمنزلة

SCRR

المنع والرد: کبھی "حکم" **منع ورد** کا معنی دیتا ہے:

محکم کا لغوی مفہوم

ابن منظور نے لسان العرب میں "حکم" کے معنیٰ منع کے مفہوم میں اس طرح بیان کیے:

أحكم أي منع منه. يقال: أحكمت فلانا أي منعته، وبه سمي الحاكم لأنه يمنع الظالم.[1]

(حکم یعنی اس نے اسے منع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے اسے حکم دیا یعنی اسے اس چیز سے روکا، اور اسی وجہ سے حاکم کو حاکم کہا جاتا ہے کہ وہ ظالم کو ظلم سے روکتا ہے۔)

المفردات فی غریب القرآن میں امام راغبؒ نے حکم کا معنیٰ ایسی ممانعت سے کیا ہے جس میں اصلاح مقصود ہو۔ اسی لیے گھوڑے کی لگام کو "حکمۃ الدابۃ سے موسوم کرتے ہیں۔[2]

اور "حکم" بمعنی رد کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے ابن منظور نے اصمعی کا قول نقل کرکے لبید کا شعر لکھا ہے:

قال الأصمعي: أصل الحكومة رد الرجل عن الظلم، قال: ومنه سميت حكمة اللجام لأنها ترد الدابة؟ ومنه قول لبيد:

أحكم الجنثي من عوراتها
كل حرباء، إذا أكره صل

والجنثي: السيف؛ المعنى: رد السيف عن عورات الدرع وهي فرجها كل حرباء.[3]

(اصمعی نے کہا: حکومت کی اصل تو آدمی کو ظلم سے باز رکھنا ہے، اور مزید یہ کہا کہ اس کو حکمۃ اللجام بھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے جانور کو کھینچا جاتا ہے۔ اور اس معنیٰ سے ہی لبید کا قول ہے: "اُس نے تلوار کو زرہ کی کمزور جگہوں سے مضبوطی سے روک دیا ہر میخ اگر مجبور کیا جائے تو مضبوطی سے ٹھہر جائے۔ جنثی: تلوار کو کہتے ہیں، اور اس کا مطلب ہے کہ تلوار کو زرہ کے کمزور حصوں یعنی درزوں سے روکنا۔ ہر 'حرباء' کیل کو کہا جاتا ہے۔)

جیسے اہل عرب استعمال کرتے ہیں۔" احكمه عن الامر " یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص کسی معاملے سے واپس لوٹے یا کسی کام سے روکے۔ اسی سے اہل عرب دو جملے اور استعمال کرتے ہیں۔"حكم نفسه و حكم الناس" جب کوئی انسان اپنے آپ کو روکتا ہے یا لوگوں کو ان چیزوں سے روکتا ہے جو ان کے مناسب نہیں ہے تو اس وقت یہ جملہ استعمال کیا جاتا ہے۔[4]

الاحراز: کبھی "حکم" **احراز** کے معنی میں استعمال ہوتا ہے:

---

(1) ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ، ج12، ص144

(2) راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم-دار الشامیہ، دمشق، بیروت، 1412ھ، ص248

(3) لسان العرب، ج12، ص141

(4) لسان العرب، ج12، ص144

لسان العرب میں ابن منظور نے "حکم" کا بمعنیٰ احراز اس طرح مفہوم بیان کیا ہے:

وقيل: المعنى أحرز الجنثي وهو الزراد مساميرها، ومعنى الإحكام حينئذ الإحراز.[5]

(اور کہا جاتا ہے کہ: مطلب ہے 'جنثی' یعنی زراد، جوزرہ میں کیل ٹھونکتا ہے، اور یہاں 'احکام' کا مطلب مضبوطی ہے۔)

القضاء: کبھی "حکم" قضا کا معنی دیتا ہے:

"حکم" بمعنی قضاء کے حوالے سے لسان العرب میں آیا ہے:

والحكم: العلم والفقه والقضاء بالعدل، وهو مصدر حكم يحكم.[6]

('حکم' کا مطلب علم، فقہ، اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا ہے، یہ 'حَکَمَ یحکم' کے مصدر سے ہے۔)

اور ابن سیدہ کا قول نقل کیا:

الحكم القضاء، وجمعه أحكام.[7]

('حکم' کا مطلب قضاء ہے، اور اس کی جمع 'احکام' ہے۔)

الوثوق و الاتقان: کبھی "حکم" کا وثوق اور اتقان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے:

محکم بمعنیٰ وثوق اس طرح لسان العرب میں آیا:

وأحكمت الشيء فاستحكم: صار محكما. واحتكم الأمر واستحكم: وثق.[8]

(میں نے چیز کو مضبوط بنایا اور پختہ کیا اور محکم ہو گئی، اور اس نے کسی معاملہ کو مضبوط کیا یعنی پختہ ہوا۔)

محکم کا ایک معنی اتقان کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جب ایک چیز پختہ ہو جاتی ہے تو اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے۔"احكمه : أتقنه"[9]

---

[5] لسان العرب، ج12، ص141

[6] لسان العرب، ج12، ص141

[7] نفس مصدر

[8] لسان العرب، ج12، ص143

[9] فیروز آبادی، مجد الدین محمد یعقوب بن محمد، القاموس المحیط، تحقیق: مکتب تحقیق التراث في مؤسسة الرسالة، مشرف: محمد نعیم العرقسوسي، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت۔ لبنان، 1426ھ، ص1095

اور اسی سے "متقن" کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور القاموس الوحید میں محکم کے وثوق واتقان کے مفہوم میں "مضبوط و مستحکم اور پختہ " معانی بیان ہوئے ہیں۔ (10)

القدر والمنزلة: کبھی "حکم" بمعنیٰ **قدرومنزلت** کے ہوتا ہے:

ابن منظور نے "حکم" بمعنیٰ قدرومنزلت کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے لکھا:

وحكمة الإنسان: مقدم وجهه. ورفع الله حكمته أي رأسه وشأنه. وفي حديث عمر: إن العبد إذا تواضع رفع الله حكمته أي قدره ومنزلته. (11)

(حکمۃ الانسان یعنی اس کے چہرے کا مقدم ہونا۔ اللہ نے اس کا "حکم" اونچا کیا یعنی اس کی شان ومنزلت۔ اور حدیث عمر میں ہے: جب بندہ عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کا "حکم" اونچا کرتا ہے یعنی قدرومنزلت بڑھاتا ہے۔)

محکم کا اصطلاحی مفہوم

محکم کے لغوی معانی کی طرح اصطلاحی معانی بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اہل علم سے محکم کی بابت کئی اقوال مروی ہیں۔ امام زرکشی نے البرہان فی علوم القرآن میں محکم کے اصطلاحی معانی کی بارے لکھا کہ:

وأما في الاصطلاح فهو ما أحكمته بالأمر والنهي وبيان الحلال والحرام وقيل هو مثل قوله تعالى: وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة(12) وقيل: هو الذي لم ينسخ لقوله تعالى: قل تعالوا أتل ما حرم ربكم عليكم(13) وقوله: وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه(14) إلى آخر الآيات وهي سبعة عشر حكما مذكورة في سورة الأنعام وفي سورة بني إسرائيل وقيل: هو الناسخ وقيل: الفرائض والوعد والوعيد وقيل: الذي وعد عليه ثوابا أو عقابا وقيل: الذي تأويله تنزيله بجعل القلوب تعرفه عند سماعه كقوله: قل هو الله

---

(10) کیرانوی، وحیدالزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2001ء، ص365

(1) لسان العرب، ج12، ص141

(12) سورۃ البقرۃ2: 43

(13) سورۃ المائدہ5: 151

(14) سورۃ الاسراء17: 23

أحد[15] و ليس كمثله شيء[16] وقيل: مالا يحتمل في التأويل إلا وجها واحدا وقيل ما تكرر لفظه۔[17]

(اور اصطلاح میں محکم وہ ہے جو امر اور نہی کے زریعے واضح کیا گیا ہو اور حلال و حرام کا بیان، اور بعض کا بیان ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول (اقیموا الصلاۃ و آتوا الزکاۃ) اور بعض نے کہا کہ محکم وہ ہے جو منسوخ نہیں ہوا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: قل تعالو ا اتل ما حرم ربکم علیکم اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ آخری آیات تک اور وہ سترہ حکم ہیں جو سورۃ الانعام اور سورۃ بنی اسرائیل میں مذکور ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ محکم ناسخ آیات ہیں، اور بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد فرائض اور وعدو وعید ہیں۔ اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ آیات ہیں کہ جن پر انعام یا سزا کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مزید یہ بھی رائے ہے کہ محکم سے مراد وہ آیات ہیں جن کی تاویل ان کے نزول کے وقت ہی واضح ہوتی ہے اور دل بوقت سماع ہی ان کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول: قل هو الله احد اور ليس كمثله شيء اور بعض کی یہ بھی رائے ہے کہ محکم آیات ایک ہی تعبیر کی گنجائش رکھتی ہیں اور بعض علماء کا مؤقف ہے کہ محکم سے مراد وہ لفظ ہے جو دہرایا گیا ہو۔)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القران میں محکم کی 15 تعریفات ذکر فرمائی ہیں۔

اول: الْمُحْكَمَ مَا عُرِفَ الْمُرَادُ مِنْهُ إِمَّا بِالظُّهُورِ وَإِمَّا بِالتَّأْوِيلِ [18] (جس امر کی مراد صاف طور پر یا تاویل کے ذریعے سے معلوم ہو جائے وہ محکم ہے۔) دوم: الْمُحْكَمُ مَا لَا يَحْتَمِلُ مِنَ التَّأْوِيلِ إِلَّا وَجْهًا وَاحِدًا۔ [19] (جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہو سکے وہ محکم ہے۔) سوم: الْمُحْكَمُ مَا وَضَحَ مَعْنَاهُ[20] (محکم وہ ہے کہ جس کا معنی خود واضح ہو۔) چہارم: الْمُحْكَمُ مَا كَانَ مَعْقُولَ الْمَعْنَى [21]

([15]) سورۃ الاخلاص 112: 1

([16]) سورۃ الشوریٰ 42: 11

([2]) زرکشی، ابو عبداللہ بدرالدین محمد، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، البرہان فی علوم القرآن، دار إحیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبي وشرکائہ، ثم صوّرتہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان- وبنفس ترقیم الصفحات، 1376ھ، ج2، ص69،68

([1]) السیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن بن ابو بکر، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، الاتقان فی علوم القران، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1394ھ، ج3، ص4

([2]) نفس مصدر

([20]) نفس مصدر

([21]) نفس مصدر

(محکم وہ ہے جس کا معنی معقول ہو یعنی سمجھ میں آنے والا ہو۔) پنجم: الْمُحْكَمُ مَا اسْتَقَلَّ بِنَفْسِهِ [22] (محکم وہ ہے کہ جس کا معنی بذات خود مستقل ہو۔) ششم: الْمُحْكَمُ مَا تَأْوِيلُهُ تَنْزِيلُهُ [23] (جس کی تاویل خود اس کی تنزیل ہو) ہفتم: الْمُحْكَمُ مَا لَمْ تَتَكَرَّرْ أَلْفَاظُهُ [24] (محکم وہ ہے کہ جس کے الفاظ میں تکرار نہ ہو اور اس کا مقابل متشابہ ہے۔) ہشتم: الْمُحْكَمُ الْفَرَائِضُ وَالْوَعْدُ وَالْوَعِيدُ. [25] (محکم فرائض وعد اور وعید پر مشتمل آیات ہیں۔) نہم: حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے محکم کی یہ تعریف منقول ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْمُحْكَمَاتُ نَاسِخُهُ وَحَلَالُهُ وَحَرَامُهُ وَحُدُودُهُ وَفَرَائِضُهُ وَمَا يُؤْمَنُ بِهِ وَيُعْمَلُ بِهِ۔ [26] (محکمات میں ناسخ ہوتا ہے اور حلال و حرام اور حدود و فرائض ہوتے ہیں اور جن پر ایمان لایا جاتا ہے اور جن پر عمل کیا جاتا ہے۔) دہم: مفسر امام مجاہدؒ سے بھی محکم کی ایک تعریف منقول ہے۔ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: الْمُحْكَمَاتُ مَا فِيهِ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ۔ [27] (محکمات وہ ہیں کہ جن میں حلال اور حرام ہوتا ہے۔) یازدہم: ابن ابی حاتم نے ربیع سے روایت کیا ہے کہ: المحكمات هي أوامره الزاجرة. [28] (محکمات قرآن کے زجر (سرزنش) کرنے والے حکموں کا نام ہے۔) دوازدہم: ابن ابی حاتم نے ہی اسحاق بن سوید سے روایت کی ہے کہ: يحيى بن يعمر وأبا فاختة تراجعا في هذه الآية فقال: أبو فاختة فواتح السور وقال: يحيى الفرائض والأمر والنهي والحلال. [29] (یحیٰ بن یعمر اور ابو فاختہؒ دونوں نے اس آیت کے بارے بحث کی ہے ابو فاختہ نے کہا ہے: اس سے سورتوں کے فواتح مراد ہیں اور یحیٰ نے کہا: نہیں بلکہ فرائض، امر، نہی اور حلال مراد ہیں۔ سیزدہم: ابن عباس کا قول ہے: الثلاث آيات من آخر سورة الأنعام" محكمات ": قل تعالوا[30] والآيتان بعدها۔ [31] (تین آیات سورۃ الانعام کے آخر کی محکمات ہیں "قل تعالوا" اور دو آیات بعد کی۔ اور ابن ابی حاتم ایک اور طریق سے عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں: منه آيات

---

(22) نفس مصدر

(23) نفس مصدر

(24) نفس مصدر

(25) نفس مصدر

(26) نفس مصدر

(27) نفس مصدر

(28) الاتقان فی علوم القرآن، ج3، ص5

(29) نفس مصدر

(30) سورۃ المائدہ5: 151

(31) نفس مصدر

محكمات قال: من ها هنا: قل تعالوا[32] إلى ثلاث آيات ومن ها هنا: وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه.[33] إلى ثلاث آيات بعدها.[34] (قول تعالیٰ:"منہ آیات محکمات" کے بارے کہا ہے کہ "قل تعالوا" سے تین آیتوں تک اور یہاں سے یعنی "وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ" سے اس کے بعد کی تین آیات تک (محکم آیتیں ہیں)۔ چہاردہم: امام ضحاکؒ سے محکمات کی تعریف منقول ہے۔ عن الضَّحَّاكِ قَالَ: الْمُحْكَمَاتُ مَا لَمْ يُنْسَخْ منه [35] (محکمات وہ ہیں جنہیں منسوخ نہیں کیا گیا۔)

مناہل العرفان میں علامہ زرقانیؒ نے محکم کے آٹھ معنی بیان کیے۔ اور اس سلسلے میں علماء کی آرا بھی واضح طور پر ذکر کی۔ حنفیہ کی تعریف: أن المحكم هو الواضح الدلالة الظاهر الذي لا يحتمل النسخ۔[36] (محکم وہ ہے جو دلالت کے اعتبار سے خوب واضح اور ظاہر ہو اور اس میں نسخ کا کوئی احتمال نہ ہو۔) اہل سنت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محکم کی تعریف یوں فرمائی کہ:ومنها أن المحكم ما عرف المراد منه إما بالظهور وإما بالتأويل.[37] (محکم وہ حکم ہے جس کی مراد معلوم ہو خواہ واضح ہونے کی وجہ سے یا تاویل کی وجہ سے۔) علامہ زرقانیؒ اصولین کی تعریف کو ذکر کرتے ہیں کہ: أن المحكم ما لا يحتمل إلا وجها واحدا من التأويل۔[38] (محکم وہ ہے جو تاویل کی صرف ایک صورت کا احتمال رکھتا ہو۔) امام احمد بن حنبلؒ کی تعریف:أن المحكم ما استقل بنفسه ولم يحتج إلى بيان [39] (محکم وہ ہے جو بذات خود مستقل معنی رکھتا ہو اور اس کے بیان کی ضرورت نہ ہو۔) امام الحرمین علامہ جوینی کی طرف محکم کی ایک تعریف منسوب ہے جو کہ درج ذیل ہے:المحكم هو السديد النظم والترتيب الذي يفضي إلى إثارة المعنى المستقيم من غير مناف۔[40] (محکم وہ ہے کہ جس کا نظم اور ترتیب ایسی درست ہو جس سے بغیر کسی منافات کے درست معنیٰ معلوم ہوتے ہوں۔) امام طیبیؒ کی تعریف:ومنها أن المحكم هو

(32) سورۃ المائدہ5: 151

(33) سورۃ الاسراء17: 23

(34) الاتقان فی علوم القرآن، ج3، ص5

(35) نفس مصدر

(36) الزرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القران، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، س ن، ج2 ص272

(37) نفس مصدر

(38) نفس مصدر

(39) نفس مصدر

(40) نفس مصدر

الواضح المعنى الذي لا يتطرق إليه إشكال مأخوذ من الإحكام وهو الإتقان۔[41] (محکم وہ واضح المعنیٰ لفظ ہے کہ جس کا معنیٰ گنجھلک نہ ہو اور یہ احکام سے ماخوذ ہے اور وہ پختہ ہونا ہے۔) امام رازیؒ کی تعریف: أن المحكم ما كانت دلالته راجحة وهو النص والظاهر ۔[42] (محکم وہ ہے جس کی دلالت راجح ہو اور وہ نص اور ظاہر ہیں۔)

شاہ ولی اللہؒ نے محکم کی توضیح یوں فرمائی کہ:

> ليعلم أن المحكم هو ما لا يدرك منه أهل اللغة إلا معنى واحداً. إدراك العرب الأولين لا إدراك اللغويين المتفلسفين: والمعتبر هو إدراك العرب الأولين لا إدراك المتفلسفين في عصرنا الذين يشقون الشعرة، فإن شق الشعرة في غير محلها داء عضار يجعل "المحكم" "متشابها" والمعلوم مجهولا.[43]

(یاد رکھنا چاہیے کہ محکم وہ ہے جس سے اہلِ زبان صرف ایک ہی معنی سمجھتے ہیں۔اس سلسلے میں عربوں کے ابتدائی فہم کی اہمیت ہو گی، نہ کہ فلسفی مزاج زبان دانوں کا فہم: اور معتبر وہی فہم ہے جو ابتدائی عربوں کا تھا، نہ کہ ہمارے دور کے فلسفی مزاج زبان دانوں کا، جو بال کی کھال نکالتے ہیں۔ کیونکہ بے محل بال کی کھال نکالنا ایک خطرناک بیماری ہے، جو محکم کو متشابہ بنا دیتی ہے اور معلوم کو مجہول۔)

القاموس الفقہی میں محکم کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ

> المحكم من آيات القرآن الكريم في اصطلاح أهل الاصول: هو ضد المتشابه. ما عد الحروف المقطعة في أوائل السور. ماكان غير منسوخ. ما وضح، معناه، وعرف المراد منه. إما بالظهور. وإما بالتأويل.[44]

(قرآنِ کریم کی آیات میں "محکم "کا مفہوم اہلِ اصول کی اصطلاح میں: محکم، متشابہ کا ضد ہے۔یعنی: وہ آیات جن میں سورہ کے شروع میں آنے والے حروفِ مقطعات شامل نہیں ہوتے۔ وہ آیات جو منسوخ نہیں ہوئیں۔ وہ آیات جن کا مطلب واضح ہو، اور مراد معلوم ہو۔ یہ وضاحت یا تو: ظاہری الفاظ سے حاصل ہو یعنی الفاظ خود ہی واضح مطلب دیں، یا تاویل کے ذریعے سمجھ میں آئے۔)

ان تمام آراء کا حاصل یہ ہے کہ محکم کا جوہر وضوحِ معنی، دلالت کی قوت، معنوی اتقان اور ابہام و اضطراب سے پاک ہونا ہے، جو بالآخر قرآنِ مجید کی اس کلی صفت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ وہ اپنے نظم، معنی اور ہدایت میں متقن، مستحکم اور ہر قسم کے تناقض و خلل سے منزہ ہے۔

---

(41) نفس مصدر

(42) مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج2، ص274

(10) شاہ ولي الله، احمد، الفوز الكبير في اصول التفسير، مترجم الى العربية: سلمان الحسيني النّدوي، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، 1407ھ، ص131

(44) السعدي، ابو الجيب، القاموس الفقهي لغة واصطلاحا، دار الفكر– دمشق، شام، 1988ء، ص98

قرآن کے کلی محکم ہونے پر دلائل وآراء

قرآن مجید کی آیات باعتبار وضوح اور عدم وضوح دو اقسام میں منقسم ہیں۔ پہلی قسم کو محکمات سے موسوم کیا جاتا ہے یہ وہ آیات ہیں جو واضح الدلالہ ہیں یعنی ان کی مراد واضح اور متعین ہے جبکہ دوسری قسم کو متشابہات سے ملقب کیا جاتا ہے یہ آیات غیر واضح الدلالہ ہیں کہ ان میں خفا اور ابہام پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی مراد واضح اور متعین نہیں ہوتی۔

محکم ومتشابہ کی تقسیم

علماء کرام نے قرآن مجید کے محکم ومتشابہ کو مزید دو اقسام میں منقسم کیا ہے۔ جس میں ایک "احکام وتشابہ عام" اور دوسرا "احکام وتشابہ خاص" ہے۔ احکام عام کو محکم کے لغوی معنٰی کے اعتبار سے جبکہ احکام خاص کو محکم کے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے دیکھا جاتا ہے۔ محکم کے لغوی مفہوم یعنی محکم بمعنیٰ متقن[45] کے پورا قرآن محکم ہے کیونکہ قرآن باعتبار نظم، دلائل، فصاحت وبلاغت اور اتقان، محکم ہے۔ سورہ ہود کے آغاز میں اسی مفہوم کے اعتبار سے قرآن کی ساری آیات کو محکم کہا گیا ہے ارشاد ربانی ہے:

كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ[46]

(یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں مضبوط کر دی گئی ہیں پھر ان کی تفصیل اور وضاحت بھی کر دی گئی ہے حکمت والے باخبر خدا کی طرف سے۔)

یعنی قرآن کی آیات نہایت متقن ہیں، ان میں کسی طرح کا نقص یا خلل نہیں، یہ کامل درجہ کی پختگی اور بے نظیر ترتیب رکھتی ہیں۔

ابن عربیؒ (م543ھ) کی اجتہادی رائے:

قرآن مجید کی آیات کے اِحکام وتشابہ کو ابن عربیؒ نے سب سے پہلے دو مزید اقسام میں تقسیم کیا۔ آپؒ کی رائے کے مطابق قرآن مجید کا احکام وتشابہ دو طرح کا ہے جس میں ایک قسم کا احکام وتشابہ لغوی اعتبار سے ہے جس کو وہ "احکام وتشابہ عام" جبکہ دوسری قسم کا احکام وتشابہ اصطلاحی نوعیت کا ہے جسے وہ "احکام وتشابہ خاص" سے موسوم وملقب کرتے ہیں۔ ابن عربیؒ "قانون التاویل" میں لکھتے ہیں کہ:

---

(45) القاموس الوحید، ص365

(46) سورۃ ھود11:1

التشابه العام، وهو ضد الاختلاف وهو الذي وصف به القرآن كله بأنه {كِتَابًا مُتَشَابِهًا}[47] وهذا التشابه العام يوافق الإحكام العام الذي وصف به القرآن كله بأنه {كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ}[48].][49]

(تشابہ عام، جو کہ اختلاف کی ضد ہے، جس سے پورے قرآن کو متصف کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے {كِتَابًا مُتَشَابِهًا} یہ تشابہ عام ہے اور احکام عام کے موافق ہے جس سے قرآن کی تمام آیات کو متصف کیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا {كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ})۔

ابن جوزیؒ (597ھ) کی رائے:

علامہ ابن جوزیؒ نے بھی اپنی تفسیر زاد المسیر میں احکام عام اور احکام خاص کی اصطلاح استعمال کی۔ آپؒ آیت كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ [50] کی تفسیر میں أُحْكِمَتْ کے چار معانی نقل [51] کرنے کے بعد از خود سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہاں پورے قرآن کو عام محکم کر دیا گیا ہے تو پھر مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ میں یہ تخصیص کیوں کی گئی کہ بعض آیات محکم ہیں؟ اسکے جواب میں آپؒ رقمطراز ہیں کہ:

أن الإحكام الذي عمَّ به ها هنا، غير الذي خَصَّ به هناك. وفي معنى الإحكام العامّ خمسة أقوال، قد أسلفنا منها أربعة في قوله: أُحْكِمَتْ آياتُهُ. والخامس: أنه إعجاز النظم والبلاغة وتضمين الحِكَم المعجزة. ومعنى الإحكام الخاص: زوال اللَّبس، واستواء السامعين في معرفة معنى الآية.[52]

---

[47] سورۃ الزمر 39: 23

[48] سورۃ هود 11: 1

[49] ابن عربی، محمد بن عبد الله، القاضي أبو بكر المعافري الاشبيلي المالكي، تحقیق: محمد سلیمانی، قانون التاويل، دار القبلة للثقافة الإسلامیّة، جدّة، مؤسسة علوم القرآن، بیروت، 1406ھ، ص368

[50] سورۃ هود 11: 1

[51] پہلا قول: حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہے کہ أحكمت فلم تنسخ بكتاب كما نسخت الكتاب والشرائع

دوسرا قول: حسن بصریؒ اور ابو عالیہؒ کی طرف منسوب ہے کہ أُحكمت بالأمر والنهي

تیسرا قول: قتادہؒ اور مقاتلؒ کی طرف منسوب ہے کہ أُحكمت عن الباطل، أي: مُنعت

چوتھا قول: ابن زیدؒ کی طرف منسوب ہے کہ أُحكمت بمعنی جُمعت

[52] ابن جوزیؒ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد، ت: عبد الرزاق المهدي، دار الكتاب العربي – بيروت، 1422ھ، ج2، ص356

(بے شک یہاں جو "احکام" عموم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، وہ اس "احکام" سے مختلف ہے جو وہاں تخصیص کے ساتھ آیا ہے۔ اور اس عمومی احکام کے پانچ معانی ہیں، جن میں سے چار پہلے أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ [53] کی تفسیر میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ پانچواں یہ ہے: نظم کا اعجاز، فصاحت و بلاغت، اور معجزانہ حکمتوں کا شامل ہونا۔ اور احکام خاص کا مطلب ہے: التباس کا ختم ہو جانا، اور سننے والوں کے لیے آیت کے معنی کو یکساں طور پر سمجھ لینا۔)

علامہ ابن جوزیؒ نے محکم کو دو قسموں میں منقسم کرتے ہوئے، "احکام عام" اور "احکام خاص" کی اصطلاح استعمال کی۔ اور آپؒ کے نزدیک "احکام عام" سے مراد آیات محکمات کا نسخ سے پاک؛ امر و نہی سے محکم؛ باطل سے محفوظ، آیات کا جمع و نظم، فصاحت و بلاغت اور حِکَم سے معمور جبکہ "احکام خاص" سے مراد التباس اور تشابہ و تسویہ سے پاک ہونا ہے۔

قرآن کے کلی محکم ہونے کی بابت مفسرین آراء

1-امام زمخشریؒ کی رائے

امام زمخشریؒ پورے قرآن کے محکم ہونے کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ نظمت نظما رصينا محكما لا يقع فيه نقض ولا خلل، كالبناء المحكم المرصف. [54]

(قرآن کی آیات کے "أُحْكِمَتْ" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُنہیں نہایت مضبوط، مربوط اور بے خلل انداز میں مرتب کیا گیا ہے، بالکل ویسے جیسے کوئی پختہ، درجہ بہ درجہ جُڑی ہوئی عمارت۔ ان میں نہ کمی ہے، نہ تضاد، نہ انتشار۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن اپنی بناوٹ، اسلوب اور نظم میں کامل و مکمل ہے۔)

آپؒ نے مندرجہ بالا آیت کے جزثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ میں موجود حرف "ثم" کی بابت ایک اہم نکتہ بیان کیا ہے کہ یہ "تراخی فی الزمان" کے لیے نہیں آیا بلکہ اس معنٰی میں ہے کہ اتقان اور تفصیل دونوں صفات اس میں بیک وقت موجود ہیں۔ لکھتے ہیں:

أحكمت آياته ثم فصلت: أى أحكمتها أنا ثم فصلتها. وعن عكرمة والضحاك: ثم فصلت، أى فرّقت بين الحق والباطل. فإن قلت: ما معنى ثم؟ قلت: ليس معناها التراخي في الوقت، ولكن في الحال، كما تقول: هي محكمة أحسن الأحكام، ثم مفصلة أحسن التفصيل. وفلان كريم الأصل، ثم كريم الفعل. وكتاب: خبر مبتدإ محذوف. وأحكمت: صفة له. وقوله مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ صفة ثانية. ويجوز أن يكون خبرا بعد خبر، وأن يكون صلة لأحكمت وفصلت، أى: من عنده إحكامها وتفصيلها. [55]

---

[53] حاشیہ نمبر 2 ملاحظہ کیجیے

[54] زمخشری، جاراللہ، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، 1407ھ، ج2، ص377

[55] نفس مصدر

(''أُحكمت آياته ثم فصلت''یعنی:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان آیات کو محکم بنایا، پھر اُنہیں تفصیل سے بیان کیا۔ عکرمہؒ اور ضحاکؒ کے نزدیک ''فصلت'' کا مطلب یہ ہے کہ ان آیات کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا گیا۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ''ثم'' کا مطلب کیا ہے، تو جواب یہ ہے کہ یہاں اس کا مطلب وقت میں تاخیر نہیں بلکہ حالت اور درجہ کے ہیں، جیسا کہ آپ کہیں: ''یہ چیز اعلیٰ درجے کی محکم ہے، پھر اعلیٰ درجے کی مفصل بھی ہے''، یا یہ کہ ''فلاں شخص شریف النسب ہے، پھر صاحبِ کردار بھی ہے''۔ یہاں ''كتاب'' ایک محذوف مبتدا کی خبر ہے، اور ''أحكمت'' اس کی صفت ہے۔ ''من لدن حكيم خبير'' بھی ایک صفت ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں جملے مستقل خبریں ہوں، یا ''أحكمت'' اور ''فصلت'' صلہ ہوں، یعنی وہ ذات جس نے اس کتاب کو حکمت و دانائی کے ساتھ محکم اور تفصیل سے نازل فرمایا۔)

2-امام رازیؒ کا مؤقف

امام رازیؒ آیت كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ [56] کی تفسیر میں قرآن کے کلی محکم ہونے کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے کہ:

> الاول: أحكمت آياته نظمت نظما رصيفا محكما لا يقع فيه نقص ولا خلل، كالبناء المحكم المرصف. الثاني: أن الإحكام عبارة عن منع الفساد من الشيء فقوله: أحكمت آياته أي لم تنسخ بكتاب كما نسخت الكتب والشرائع بها. واعلم أن على هذا الوجه لا يكون كل الكتاب محكما، لأنه حصل فيه آيات منسوخة، إلا أنه لما كان الغالب كذلك صح إطلاق هذا الوصف عليه إجراء للحكم الثابت في الغالب مجرى الحكم الثابت في الكل. [57]

(اس آیت "أحكمت آياته" کے تحت پہلا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ ان آیات کو مضبوط اور پختہ انداز سے اس طرح منظم کیا گیا ہے کہ اُن میں کسی قسم کی کمی، نقص یا خلل کی گنجائش باقی نہیں رہی، بالکل ویسے جیسے ایک خوبصورت اور محکم عمارت جس کے اجزاء باہم مربوط ہوں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ "احکام" کا مفہوم فساد اور خرابی سے روک دینا ہے۔ پس آیت کا مطلب ہوا کہ قرآن کی آیات ایسی ہیں جنہیں کسی اور کتاب نے منسوخ نہیں کیا، جیسا کہ سابقہ کتب اور شریعتیں منسوخ ہو گئی تھیں۔ تاہم، اس معنی کے اعتبار سے یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ پورا قرآن محکم ہے، کیونکہ قرآن میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جو منسوخ ہو چکی ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن کی غالب اکثریت ایسی آیات پر مشتمل ہے جو غیر منسوخ اور محکم ہیں، اس لیے غالب حالت کو بنیاد بنا کر قرآن پر یہ وصف جاری کرنا درست ہے، جیسا کہ اصول یہ ہے کہ کسی غالب صفت کو کلی وصف کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔)

---

(56) سورۃ ھود 11: 1

(57) رازی، محمد فخر الدین، امام، ابو عبداللہ، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) دار إحیاء الکتب العربیۃ، بیروت، لبنان 1376ھ، ج 17، ص 312

پس امام رازیؒ کے نزدیک قرآن کی آیات کے کلی محکم ہونے کی حیثیت سے مراد اُن کا معنوی و لفظی استحکام، تناقض سے پاک ہونا اور حکمت و بلاغت سے بھرپور ہونا ہے۔ اگرچہ بعض آیات منسوخ ہوئیں، لیکن چونکہ مجموعی طور پر قرآن کا غالب حصہ غیر منسوخ اور کامل ہے، اس لیے اسے بطورِ کل محکم کہا گیا۔ یہ اسلوب قرآن کی اعجازی ترتیب اور اُس کی داخلی وحدت پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح امام بغویؒ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں سورہ ال عمران کی آیت هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ؕ [58] کے تحت پورے قرآن کے محکم ہونے کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

حيث جعل الكل محكما أراد أن الكل حق ليس فيه عبث ولا هزل.[59]

(اس حیثیت سے پورے قرآن کو محکم قرار دینے کا مطلب ہے کہ سارا قرآن حق ہے اور اس میں عبث اور مذاق کی کوئی بات موجود نہیں ہے۔)

3۔ امام قرطبیؒ کی رائے

امام قرطبیؒ نے قرآن کے کلی محکم ہونے سے مراد "احکام خاص" یعنی اصطلاحی معنیٰ لیے جانے کی نفی کی ہے اور قرآن کو پورا محکم تصور کیے جانے کی وضاحت میں آپؒ نے سلف و خلف کے طریقہ کو ہی اپنایا ہے آپؒ لکھتے ہیں کہ:

قلت: وليس هذا من معنى الآية في شي، فإن قوله تعالى:" كتاب أحكمت آياته"[60]

أي في النظم والرصف وأنه حق من عند الله. [61]

(میں کہتا ہوں: یہ اقوال آیت کے معنیٰ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان كتاب أحكمت آياته کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آیات نظم اور ترتیب میں مضبوط ہیں، اور یہ کہ وہ اللہ کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہیں۔)

امام قرطبی نے كتاب أحكمت آياته کی تفسیر لغوی اعتبار سے کی کہ جس میں "اِحکام" کا مفہوم صرف نظم و ترتیب اور وحی ربانی کی قطعیت پر مرکوز ہے۔ اس تعبیر سے واضح ہوتا ہے کہ آپؒ نے اس آیت سے اصطلاحی محکم مراد نہیں لیا جو محکم خاص کا متضاد ہے۔

ماہرین علوم القرآن کی مواقف

1۔ امام زرکشی کی رائے

قرآن مجید کی آیات کلی محکم ہیں یا کلی متشابہ یا ان میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی اس حوالے سے امام زرکشیؒ نے الحسین بن محمد بن حبیب النیشاپوریؒ سے تین اقوال نقل کیے ہیں کہ:

---

[58] سورۃ آل عمران 3: 7

[59] بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود، معالم التنزیل، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، 1409ھ،

[60] سورۃ ھود 11: 1

[61] قرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، ابو عبداللہ، خزرجی اندلسی شمس الدین القرطبی، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ بیروت 1426 ھج 4، ص10

أحدها: أن القرآن كله محكم لقوله تعالى: {كتاب أحكمت آياته}[62] والثاني: كله متشابه لقوله تعالى:
{الله نزل أحسن الحديث كتابا متشابها}[63] والثالث: -وهو الصحيح- أن منه محكما ومنه متشابها لقوله
تعالى: {منه آيات محكمات هن أم الكتاب}[64][65]

(پہلا، یہ کہ پورا قرآن محکم ہے، جیسا کہ آیت "كتاب أحكمت آياته" سے استدلال کیا جاتا ہے؛ دوسرا قول یہ ہے کہ پورا قرآن متشابہ ہے، جیسا کہ آیت "كتابا متشابها" میں بیان ہوا؛ اور تیسرا قول—جو کہ درست ہے—یہ ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ محکم ہے اور کچھ متشابہ، جیسا کہ مذکورہ آیت "منه آيات محكمات هن أم الكتاب" اس کی صریح دلیل ہے۔)

امام بدر الدین زرکشیؒ نے ان تینوں اقوال میں سے تیسرے قول کہ ان میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی، درست قرار دیا ہے۔ یعنی آپؒ محکم و متشابہ کے اصطلاحی معانی میں کلی قرآن کے محکم یا کلی متشابہ ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

2۔ امام سیوطیؒ کی مؤقف

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی مندرجہ بالا ابن حبیب نیشاپوریؒ کے تینوں اقوال نقل کرنے کے بعد تیسرے قول کو ہی درست قرار دیا اور جو آیات قرآن کے کلی محکم یا کلی متشابہ ہونے پر دال ہیں ان کی بابت آپؒ نے وضاحت کی کہ وہ عام مفہوم میں وارد ہوئی ہیں۔ آپؒ لکھتے ہیں کہ:

الثالث وهو الصحيح انقسامه إلى محكم ومتشابه للآية المصدر بها والجواب عن الآيتين أن المراد بإحكامه إتقانه وعدم تطرق النقص والاختلاف إليه.[66]

(تیسرا قول ہی درست ہے، یہ کہ قرآن محکم اور متشابہ آیات پر مشتمل ہے، جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے جس سے بحث کا آغاز کیا گیا ہے۔ پہلی دو آیات کے جواب میں کہا گیا ہے کہ احکام سے مراد قرآن کی پختگی اور اس میں کسی کمی یا تضاد کا نہ پایا جانا ہے۔)

---

(62) سورۃ ھود 11: 1

(63) سورۃ الزمر 39: 23

(64) سورۃ آل عمران 3: 7

(65) البرہان فی علوم القرآن، ج2، ص68

(66) الاتقان فی علوم القرآن، ج3، ص3

امام ابن عقیلہ ؒ کی رائے

ابن عقیلہ ؒ اپنی کتاب "الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن" کی چھتیسویں نوع "علم المحکم والمتشابہ" کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ قرآنی آیات ہی اس کے کلی محکم، کلی متشابہ اور بعض حصہ محکم اور بعض حصہ متشابہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کلی محکم ہونے کی بابت آپ ؒ نے درج ذیل آیات کو نقل کیا:

1- كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (67)

2- الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (68)

ان آیات کو نقل کرنے کے بعد آپ ؒ لکھتے ہیں کہ:

فذكر في هاتين الآيتين أنه جميعه محكم، والمراد بالمحكم بهذا المعنى: كونه كلامًا حقًا، فصيح الألفاظ صحيح المعاني.(69)

(پس ان دو آیات میں جمیع قرآن کے محکم ہونے کا تذکرہ ہے۔ یہاں محکم سے مراد تمام کلام کا حق، فصیح الالفاظ اور صحیح المعانی ہونا ہے۔)

لہٰذا ابن عقیلہ ؒ کی رائے بھی دیگر ماہرین علوم القرآن کی طرح ہے کہ قرآن مجید کی محکمیت، اِحکام کے لغوی مفہوم میں یعنی "احکامِ عام" کہلاتا ہے، جو کسی ایک جزو کے بجائے پورے قرآن پر صادق آتا ہے۔

پس ماہرینِ علومِ القرآن خصوصاً امام زرکشی ؒ، سیوطی ؒ اور ابن عقیلہ ؒ نے اس بحث کو ایک وسیع تر اصولی فریم میں رکھ کر یہ واضح کر دیا کہ قرآن کی کلی محکمیت کو محکم و متشابہ کی اصطلاحی تقسیم پر محمول کرنا علمی خلطِ مبحث کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ قرآن ایک طرف تو محکم و متشابہ آیات پر مشتمل ہے تاکہ فہم، تدبر، ابتلاء اور علمی ارتقاء کے مراحل قائم رہیں، اور دوسری طرف وہ کلی طور پر محکم ہے کیونکہ اس کی اصل، غایت اور ہدایت میں کوئی ابہام، نقص یا تضاد نہیں۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ ائمہ مفسرین اور ماہرین علوم القرآن کی یہ متفقہ فکری جہت اس حقیقت کو مستحکم کرتی ہے کہ قرآن کی کلی محکمیت اس کی ہدایتِ عامہ اور معنوی ہم آہنگی کا بیان ہے، نہ کہ محکم و متشابہ کی اصطلاحی تعیین کے تناظر میں۔ یہی منہج اس مسئلے کی جامع، معتدل اور علمی تعبیر پیش کرتا ہے اور قرآنی نص کے فہم میں افراط و تفریط دونوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

حاصل کلام

قرآن مجید کے محکم ہونے سے مراد ہے: جس امر کی مراد صاف طور پر یا تاویل کے ذریعے سے معلوم ہو جائے وہ محکم ہے جبکہ بعض نے کہا کہ جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہو سکے وہ محکم ہے۔ ماہرینِ لغت کے مطابق محکم وہ ہے کہ جس کا معنی خود واضح ہو۔ یا محکم وہ ہے جس کا معنی معقول ہو یعنی سمجھ میں آنے والا ہو۔ کچھ اصولی ماہرین علوم القرآن نے کہا کہ محکم وہ ہے کہ جس کا معنی بذات خود مستقل ہو اور جس کی تاویل خود اس کی تنزیل ہو

---

(67) سورۃ ھود 11: 1

(68) سورۃ یونس 10: 1

(69) سورۃ یونس 10: 1

یا حکم وہ ہے کہ جس کے الفاظ میں تکرار نہ ہو اور اس کا مقابل متشابہ ہے۔ اہل سلف کے نزدیک: محکم فرائض وعد اور وعید پر مشتمل آیات ہیں جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے محکم کی یہ تعریف منقول ہے: محکمات میں ناسخ ہوتا ہے اور حلال و حرام اور حدود و فرائض ہوتے ہیں اور جن پر ایمان لایا جاتا ہے اور جن پر عمل کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات کے اِحکام و تشابہ کو ابن عربیؒ نے سب سے پہلے دو مزید اقسام میں تقسیم کیا ۔ آپؒ کی رائے کے مطابق قرآن مجید کا احکام و تشابہ دو طرح کا ہے جس میں ایک قسم کا احکام و تشابہ لغوی اعتبار سے ہے جس کو وہ "احکام و تشابہ عام" جبکہ دوسری قسم کا احکام و تشابہ اصطلاحی نوعیت کا ہے جسے وہ "احکام و تشابہ خاص" سے موسوم وملقب کرتے ہیں۔ جبکہ آئمہ تفسیر کے نزدیک اس کا مفہوم ہے کہ: قرآن کی آیات کے "أُحْكِمَتْ" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُنہیں نہایت مضبوط، مربوط اور بے خلل انداز میں مرتب کیا گیا ہے، بالکل ویسے جیسے کوئی پختہ، درجہ بہ درجہ جُڑی ہوئی عمارت۔ ان میں نہ کمی ہے، نہ تضاد، نہ انتشار۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن اپنی بناوٹ، اسلوب اور نظم میں کامل و مکمل ہے۔ لہذا قرآن کو جب کلی محکم کہا جاتا ہے تو اس سے مراد پورے قرآن کا متقن و مضبوط و مربوط ہونا ہے نا کہ وہ محکم جو متشابہ کے بالمقابل ہے۔

مصادر و مراجع

القرآن الکریم، کلام اللہ تعالیٰ

ابن جوزیؒ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد، ت: عبد الرزاق المهدي، دار الكتاب العربي- بیروت، 1422ھ

ابن عربي، محمد بن عبد اللہ، القاضي أبو بكر المعافري الاشبيلي المالكي، تحقیق: محمد سلیمانی، قانون التاويل، دار القبلة للثقافة الإسلاميّة، جَدّة، مؤسَسَة عُلوم القرآن، بيروت، 1406ھ

ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ،

بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود، معالم التنزیل، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، 1409ھ،

رازی ،، محمد فخر الدین، امام، ابو عبد اللہ، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) دار إحياء الكتب العربية بیروت، لبنان 1376ھ

راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم - دار الشامیہ، دمشق، بیروت، 1412ھ

زرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القران، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشرکاہ، س ن

زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، البرہان فی علوم القرآن، دار إحياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشرکائہ، ثم صوَّرته دار المعرفة، بیروت، لبنان- وبنفس ترقيم الصفحات، 1376ھ

زمخشری، جار اللہ، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دالکتاب العربی، بیروت، 1407ھ

سعدي، ابو الجيب، القاموس الفقهي لغة واصطلاحا، دار الفكر- دمشق، شام، 1988ء

سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن بن ابو بکر، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، الاتقان فی علوم القران، الهيئة المصرية العامة للكتاب، 1394ھ

شاہ ولي اللہ، احمد، الفوز الكبير في اصول التفسير، مترجم الی العربیۃ: سلمان الحسيني النَّدوي، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، 1407ھ

فیروز آبادی، مجد الدین محمد یعقوب بن محمد، القاموس المحیط، تحقِق: مکتب تحقیق التراث في مؤسسة الرسالة، مشرف: محمد نعیم العرقسُوسي، مؤسسة رسالة للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت–لبنان، 1426ھ

قرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر، ابو عبد اللہ، خزرجی اندلسی شمس الدین القرطبی، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) مؤسسة الرسالة للطباعة بیروت 1426ھ

کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2001ء، ص365

SCRR